مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (متفق علیہ)

جو ہمارے پاس دین میں کوئی نئی بدعت نکالے گا جو اس میں نہیں وہ مردود ہے۔

جشنِ ربیع الاول

محبت کے آئینہ میں

وعظ

فقیہ العصر

حضرت مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم

الرشید

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
تاریخ ولادت میں غلط فہمی	۵
تاریخ وفات میں غلط فہمی	۸
میلاد کی حقیقت	۹
ایک سوال	۱۰
صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱
پہلی مثال	۱۱
دوسری مثال	۱۲
تیسری مثال	۱۳
صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حافظے	۱۵
قوتِ حافظہ کی ایک مثال	۱۵
محدثین کرام کا حیرت انگیز حافظہ	۱۶
پہلی مثال	۱۶
دوسری مثال	۱۸
تیسری مثال	۱۸
اصل سبب	۱۹
سلف کا جذبہ حفاظت دین	۲۰
آج کل کے عشاق	۲۱
ایک اعتراض اور جواب	۲۱

نام کتاب ⬅ جشن ربیع الاول محبت کے آئینہ میں
وعظ ⬅ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم
جامع ⬅ حضرت مفتی محمد ابراہیم
طبع اول ⬅ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
طبع ثانی ⬅ ذی القعدہ ۱۴۱۷ھ
تعداد ⬅ ۲۲۰۰
مطبع ⬅ قریشی آرٹ پریس فون : ۶۶۸۶۰۸۴
ناشر ⬅ الرشید

ملنے کا پتا

کتاب گھر السادات سینٹر بالمقابل دار الافتاء والارشاد
ناظم آباد کراچی
فون نمبر ..... ۶۶۸۳۳۰۱ فیکس نمبر ۰۲۱-۶۶۳۳۶۶۶

کمپوزر ⬅ فاروق اعظم کمپوزرز : ۸۱۳۰۳۶۵

صفحہ	عنوان

رسالت کا حقیقی مقصد	۲۴
اس بدعت کی ابتداء	۲۶
بدعت میں کیا کیا مفاسد ہیں؟	۲۸
لمحہ فکریہ	۳۱
امتحان محبت میں کامیابی وناکامی کا معیار	۳۲
ایک حدیث کی تشریح	۳۷
آج کل کے مسلمان کی حالت	۴۰
دعاء	۴۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

جشن ربیع الاول محبت کے آئینہ میں

(ربیع الاول ۱۴۰۴ ہجری)

الحمدلله نحمده ونستعينه ونستغفره ونومن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له ونشهدان محمدا عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى اله وصحبه اجمعين۔

اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم يا يها النبى انا ارسلنك شاهدا ومبشرا ونذيرا○ لتومنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه وتسبحوه بكرة واصيلا○ ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يدالله فوق ايديهم فمن نكث فانما ينكث على نفسه ومن اوفى بما عهد عليه الله فسيوتيه اجرا عظيما○ (۴۸-۸تا۱۰)

آج ربیع الاول کے بارے میں کچھ کہنا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے مطابق کہنے کی

توفیق عطا فرمائے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
سب سے پہلی بات یہ ہے کہ حضور اکرم محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وفات کس تاریخ میں ہوئی؟

تاریخ ولادت میں غلط فہمی:

یہ بات جو زبان زد عوام وخواص ہوگئی ہے کہ ۱۲/ ربیع الاول تاریخ ولادت اور ۱۲/ ربیع الاول ہی تاریخ وفات ہے یہ بالکل غلط ہے تعجب کی بات یہ ہے کہ ترقی کے اس زمانے میں جو ایٹم کا زمانہ کہلاتا ہے جس میں ایٹم کو بھی تقسیم کرکے آگے اس کی تقسیم در تقسیم ہورہی ہے اتنا موٹا سا حساب لوگوں کی سمجھ میں نہیں آرہا اس سے معلوم ہوا کہ اصل تاریخ جو بھلوادی گئی اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت پوشیدہ ہے ورنہ اتنا ترقی یافتہ دماغ جو زہرہ اور چاند پر کمندیں ڈال رہا ہے چاند اور سورج کی حرکتوں کو ماپ رہا ہے، منٹوں سیکنڈوں اور اعشاریہ در اعشاریہ کا حساب لگانے والا یہاں آکر کیسے مات کھا گیا آپ نے دیکھا ہوگا کہ آیندہ سالوں کی جو جنتریاں شائع ہوتی ہیں کہ مثلاً یکم جنوری کو ربیع الاول کی اتنی تاریخ ہوگی اور یکم فروری کو ربیع الاخر کی اتنی۔ سال بھر کی جنتری پہلے ہی تیار کرکے شائع کردیتے ہیں ایک سال کیا سینکڑوں سالوں کی جنتری پہلے سے ہی شائع ہورہی ہے پھر آپ سالہاسال سے دیکھ رہے ہیں کہ چاند دیکھ کر فیصلہ کرنے اور ان حسابی فیصلوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا کبھی فرق ہوا بھی تو صرف ایک دن کا تو کیا ان لوگوں پر کوئی وحی نازل ہوتی ہے، کچھ نہیں یہ کوئی گہری بات نہیں صرف اتنی سی بات ہے کہ شمسی اور قمری سال کی آپس میں نسبت دیکھ کر ان کا حساب نکال کر ان کو آپس میں مطابقت دی بس نتیجہ سامنے آگیا، پوری دنیا کے حسابات اسی طرح چل رہے ہیں یورپ اور لندن وغیرہ کی شاہی رصدگاہوں میں اس پر کتابیں بھی شائع ہورہی ہیں، تو ان حسابات کی رو سے بھی ولادت اور وفات کی یہ تاریخ کسی صورت میں نہیں بنتی بلکہ بننے کا کوئی امکان ہی

نہیں اگر کوئی محاسب اس تاریخ کو حساب سے ثابت کرے تو ذرا ہمیں بھی بتادے کہ کیسے حساب لگایا ہے؟ بے شمار کتابیں اس موضوع پر لکھی گئیں مگر سارے کے سارے لوگ اس نقطے پر متفق ہیں کہ یہ تاریخ یوم ولادت قرار پاتی ہے نہ ہی یوم وفات یہ تو ایسی صریح اور واضح غلطی ہے کہ دیکھئے آج بروز جمعہ ۲۴/ ربیع الاول ہے اور ۳۰/ دسمبر اب اگر کوئی کہے کہ ۳۱/ دسمبر ہوگی پیر کے دن تو سارے اس کو بیوقوف بتائیں گے یا نہیں؟ میاں! یہ ہو کیسے سکتا ہے کہ ۳۰/ تو جمعے کے دن ہو اور ۳۱/ بجائے ہفتے کے پیر کو آجائے! مگر وہ ایک رٹ لگائے جارہا ہے کہ ۳۱/ دسمبر ہوگی پیر کے دن ۳۱/ دسمبر ہوگی پیر کے دن۔

اگر پیچھے لوٹ کر گزشتہ چودہ سو سال کا حساب لگانا مشکل کام ہے تو چلئے بالکل مختصر سا حساب بتاتا ہوں اس پر پوری دنیا کا اجماع ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج جمعہ کے دن ۹/ ذالحجہ کو ہوا اب اس سے ۶۳/ سال پہلے کا حساب کرلیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت بھی پیر ہی کا دن کا تسلیم کیا جائے تو پیر کے دن ۱۲/ ربیع الاول کسی صورت نہیں بنتی بلکہ اس کے قریب قریب بھی نہیں بنتی صحیح حساب اگر بنتا ہے تو پہلی تاریخ کا یا دوسری کا یا آٹھویں یا نویں کا اس لئے کہ ربیع الاول کا مہینہ اور پیر کا دن یہ دو باتیں تو مسلم ہیں اور ان دونوں کا اجتماع ۱۲/ تاریخ کو تو کسی صورت ممکن نہیں البتہ مذکورہ تاریخوں میں سے کوئی سی تاریخ لے لی جائے تو حساب بن جاتا ہے پھر علامہ مغلطائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۲ ربیع الاول قرار دی ہے مگر حضرت ابن عباس وجبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ۸ ربیع الاول ماثور ہے اور اکثر محدثین ومؤرخین کا یہی مختار ہے۔

تاریخ وفات میں غلط فہمی:

اب لیجئے وفات کا حساب یہ تو اس سے بھی زیادہ آسان ہے ولادت میں تو ۶۳ سال پیچھے جانا پڑتا ہے اس میں تو صرف ۳ مہینے کا حساب ہے اور بالکل بدیہی ہے جسے

عامی سا آدمی بھی آسانی سے نکال لے ذوالحجہ کی نویں تاریخ جمعہ کے دن تھی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک صرف ۳ ماہ بنتے ہیں محرم صفر ربیع الاول تو یہ ۳ چاند ہوئے ان کا حساب بالکل ان پڑھ سے ان پڑھ آدمی بھی نکال لے تینوں چاند آپ ۲۹ کے لگالیں تو پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول نہیں بنتی۔ تینوں چاند ۳۰ کے لگالیں تو نہیں بنتی دو ۳۰ کے لگالیں ایک ۲۹ لگائیں تو نہیں بنتی دو ۲۹ کے لگائیں ایک ۳۰ لگائیں تو پیر کو ۱۲ ربیع الاول نہیں بنتی اگر پیر کو ۱۲ بنتی ہے تو کس طرح بنتی ہے کہ دو چاند لگالیں ۳۰ کے اور ایک لگائیں ۳۱ کا، بھائی آپ ہی بتائیں بھلا ۳۱ کا کبھی چاند ہوا ہے۔ اولاً تو ۳ چاند مسلسل ۳۰ کے ہوں یہ بھی ذرا مشکل ہے مگر پھر بھی ممکن ہے کبھی ایسا ہوجاتا ہے مگر ۳۱ کا چاند کیسے مانیں؟ اس سے ثابت ہوا کہ وفات کی تاریخ جو ۱۲ ربیع الاول مانی جاتی ہے یہ بھی بالکل غلط ہے اس کا بھی کوئی امکان نہیں پھر حقیقت کیا ہے؟ صحیح احادیث اور صحیح تواریخ سے اتنا ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ابتداء ربیع الاول میں ہوئی اور پیر کے دن ہوئی اب شمسی اور قمری سالوں کو اگر تطبیق دیجاتی ہے یا اسی طرح ۳ چاندوں کا حساب لگایا جاتا ہے تو ربیع الاول کی ابتداء میں پیر کے دن جو تاریخیں صحیح ہوسکتی ہیں ان میں سے اکثر نے ۲ ربیع الاول کو اختیار کیا ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کتب تاریخ میں دراصل یوں لکھا تھا "ثاني شهر ربيع الاول" شہر مہینے کو کہتے ہیں یعنی مہینہ ربیع الاول کی دو تاریخ مگر بعد میں کسی ناقل سے لکھنے یا پڑھنے میں غلطی ہوگئی اس نے اس کو پڑھ لیا "ثاني عشر ربيع الاول" ثانی عشر کہتے ہیں ۱۲ کو۔ تو اصل لفظ تھا شہر اسے عشر پڑھ لیا گیا اس طرح ۲ کا ۱۲ بن گیا اور یہ غلط بات پھیل گئی، بعض نے اختلاف مطالع کی تاویل کی ہے جو بالکل باطل ہے اس کی تفصیل احسن الفتاویٰ "مسائل شتی" میں ہے۔

میلاد کی حقیقت:

دوسری بات یہ ہے کہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں اگر عید میلادالنبی ہوتی اور اس طریقے سے جلسے ہوتے جلوس نکلتے ایصال ثواب کے نام سے دعوتیں اڑائی جاتیں۔ آج کے مسلمان نے یہ ایصال ثواب بھی اچھا نکالا ہے ایصال کے معنی ہیں پہنچانا اور ثواب کے معنی ہیں اچھی چیز یعنی لڈو پہنچاؤ۔ مسلمان کا ایصال ثواب سارا کرکرا کے یہ رہ گیا کہ بس دیگیں چڑھاؤ قورمے پیٹ میں اتارو مرغیاں اڑاؤ پھر ہضم کرنے کے لئے اوپر سے سوڈے کی بوتلیں چڑھاؤ، سبحان اللہ کیا کہنا اس ایصال ثواب کا، یا اللہ تو ہی اس قوم کو ہدایت دے، اللہ کے بندے کسی سے پوچھ لیا ہوتا کہ ایصال ثواب کا طریقہ کیا ہے ایصال ثواب ہوتا کس طریقے سے ہے؟ مختصر یہ کہ ایصال ثواب کا یہ طریقہ کہ خود ہی پکاؤ اور خود ہی کھاؤ یہ ایصال ثواب نہیں پیٹ پرستی ہے۔ آج اس موضوع کو نہیں چھیڑتا ورنہ اصل موضوع رہ جائے گا میرا وعظ "بدعات مروجہ" اور "طریقہ تعزیت اور ایصال ثواب" پڑھ لیجئے۔

تو دوسری بات یہ بتارہا تھا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں اگر عید میلاد اسی طرح منائی جاتی تھی تو سوچئے پھر کیا اس کی تاریخ کے بھول جانے کا کوئی امکان تھا ظاہر ہے کہ کوئی امکان نہ تھا فرض کیجئے آج کوئی ولی اللہ صاحب کرامت بزرگ اپنی کرامت سے پیش گوئی کردے کہ ۵ سال بعد بلکہ ۵ چھوڑ کر ۵۰ یا ۱۰۰ سال بعد لوگ تاریخ ولادت یعنی ۱۲ ربیع الاول کو بھول جائیں گے تو کیا اس کی اس پیش گوئی کو صحیح سمجھا جائے گا اس پر ہر کوئی یہی کہے گا کہ ناممکن ہے تاریخ بھولنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا آخر یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ جبکہ پوری ایک دنیا کی دنیا یہ دن منا رہی ہو ہر شہر میں ہر محلے میں گلی کوچوں میں اتنے ہنگامے اتنے شور ریڈیو اور ٹی وی پروگرام الگ جن میں گانے والے مردوں سے زیادہ گانے والی عورتیں رات دن گاگا

کر سنا رہی ہیں آخر یہ ہو کیسے سکتا ہے کہ یہ تاریخ آیندہ بھلادی جائے دنیا سے اوجھل ہو جائے تو کوئی عقل مند یہ بات باور کرنے کو تیار نہ ہوگا تو اب سوچئے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں بھی صورت حال اگر یہی ہوتی اسی کیفیت سے جلسے جلوس دعوتیں ہوتیں میلاد پڑھی جاتی تو یہ تاریخ کوئی بھول کیسے سکتا؟ اصل تاریخ میں تحریف کیسے ہوتی اختلاف کیسے پڑتا؟ اتنی بات تو یقینی ہے جیسے آپ سن چکے ہیں کہ یہ تاریخ اصل تاریخ نہیں اس میں تحریف ہو چکی ہے لہٰذا ثابت ہو گیا کہ یہ سارے ہنگامے جو آج ہو رہے ہیں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں نہ تھے۔ اس وقت ان کا کوئی اتہ پتا نہ تھا یہ ساری خرافات بہت بعد کی پیداوار ہیں اصل تاریخ کا بھول جانا اس کی واضح دلیل ہے اس سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں ہو سکتی یہ دو باتیں ہو گئیں۔

ایک سوال:

تیسری بات یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کس سبب سے یہ تاریخ بھول گئے جب یہ ثابت ہو چکا کہ ۱۲ اصل تاریخ نہیں اور اصل تاریخ کے متعلق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کوئی ثبوت نہیں تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس سے کیسے غافل رہے؟ انہوں نے اس بات کو کیسے نظر انداز کر دیا؟ سوچئے ذرا غور کیجئے کیا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت میں کوئی کمی تھی یہ تو کوئی نہیں کہہ سکتا بلکہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت کے بارے میں بلا تردد دعوے کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی اس وقت سے لے کر جب تک دنیا باقی رہے گی پوری تاریخ میں محبت کی ایسی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جتنی محبت تھی جتنا عشق تھا اس کی نظیر دنیا نے اب تک پیش کی ہے نہ آیندہ کبھی پیش کر سکتی ہے دنیا میں کسی کو کسی کے ساتھ اس سے

بڑھ کر محبت ہو ہی نہیں سکتی ممکن ہی نہیں اپنی جانیں، اولاد، اپنے اموال، اپنی تجارتیں اور وطن غرض سب کچھ جو ان حضرات کے بس میں تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور کردیا پھر یہ تو ان حضرات کے سامنے ادنیٰ سی بات تھی۔ یہ سب کچھ کر گزرنے کے باوجود اپنی ان بے مثال قربانیوں کو کچھ اہمیت بھی نہ دیتے تھے تو یہ تھی ان حضرات کی محبت دو تین قصے بھی سنادوں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عشق نبوی ﷺ

پہلی مثال:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار دیکھا کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرما رہے ہیں سالن میں گوشت اور کدو کے ٹکڑے ہیں دونوں کا ملا ہوا سالن ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے دوران پیالے میں کدو کے ٹکڑے تلاش کرکر کے تناول فرمارہے ہیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس روز سے مجھے کدو کے ساتھ محبت ہوگئی۔ (ابوداؤد)

اب کہنے میں یہ آسان سی بات ہے مگر اس پر ذرا غور کیجیے یہ نہیں فرماتے کہ اس روز سے میں نے کدو کھانا شروع کردیا بلکہ یہ فرماتے ہیں کدو کے ساتھ محبت ہوگئی کھانے کی چیز کسی کو مرغوب ہونا پسند ہونا یہ ایک طبعی چیز ہے دل کا ذوق ہے جو دوسرے کے کھانے سے یا پسند کرنے سے بدل نہیں سکتا مگر صحابی رسول کا ذوق بدل گیا اندر کی کیفیت تبدیل ہوگئی کیا دنیا محبت کی ایسی انوکھی مثال پیش کرسکتی ہے کہ کوئی محب اپنے محبوب کو ایک چیز صرف کھاتے ہوئے دیکھ لے اور اس کے اندر کا طبعی ذوق بدل جائے؟ کبھی نہیں مگر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو تناول فرماتے دیکھا بس اسی وقت سے کدو مجھے مرغوب ہوگیا محبوب کی ادا دیکھ کر اندر کی کیفیت فوراً بدل گئی دل کے اندر ہی اندر

انقلاب برپا ہوگیا ذرا سوچئے اس کو یہ کتنا بڑا انقلاب ہے۔

دوسری مثال:

ایک صحابی نے ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گریبان مبارک کے بٹن کھلے ہوئے تھے بس دیکھتے ہی ان کو یہ ادا ایسی پسند آئی کہ عمر بھر اپنا گریبان کھلا رکھا کبھی بٹن بند کئے ہی نہیں۔

(ابوداؤد)

حالانکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ نہ تھی اس وقت اتفاق سے گریبان مبارک کھلا ہوا تھا مگر انہوں نے خاص نظر جو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالی تو نظر پڑتے ہی یہ خاص کیفیت ایسی پسند آئی کہ مرتے دم تک اسے نہ چھوڑا عمر بھر بٹن نہیں لگائے۔

تیسری مثال:

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی بچے تھے مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو دیکھا کہ کفار کے چند بچے کھڑے ہو کر مسلمانوں کی اذان کی نقل اتار رہے ہیں بچوں کا کیا ان کو تو ایک کھیل ہاتھ آگیا اللہ تعالیٰ جب کسی کی ہدایت کا سامان فرماتے ہیں تو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں ہدایت کے اسباب پیدا فرمادیتے ہیں۔ دیکھئے ان کی ہدایت کا کیا سامان ہو رہا ہے کہ نقل اتارتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا بچے تو اور بھی بہت تھے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کیسے اذان دے رہے تھے ذرا سناؤ انہوں نے اذان شروع کی اللہ اکبر تو بلند آواز کے ساتھ چار بار کہہ دیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کے قائل تو کفار بھی تھے لیکن اس کے بعد جب شہادت کی بات آئی توحید و رسالت کی شہادت۔ اب یہ ڈر گئے کہ یہ کلمات

کیسے ادا کروں؟ کہیں اعزہ واقارب نے دیکھ لیا یا آواز سن لی تو پٹائی ہو جائے گی اس لئے شہادتین کے کلمات کہہ تو دیئے مگر بالکل آہستہ دھیمی آواز سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے سر پر رکھا اور فرمایا بلند آواز سے کہو بس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک رکھنا تھا کہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے اور بلند آواز کے ساتھ یہ کلمات پھر دھرائے اب ان کا عشق دیکھئے انہوں نے کیا کیا؟ ایک تو یہ کہ اگرچہ اذان کی حقیقت یہی ہے کہ اشھدان لا الہ الا اللہ اور اشھدان محمدا رسول اللہ دو دو بار کہے جائیں اور شروع ہی سے بلند آواز کے ساتھ کہے جائیں مگر انہوں نے یہ سوچ کر کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میرا کیا معاملہ ہوا تھا کہ پہلے یہ کلمات آہستہ آواز سے کہے تھے پھر بلند آواز سے دہرائے بس عمر بھر یہی معمول جاری رکھا، جب بھی اذان دیتے پہلے شہادتین دبی آواز سے پھر بلند آواز سے۔ (ابوداؤد، نسائی)

ایک کام تو یہ کیا اور دوسرا کام یہ کیا، ذرا دلوں پر ہاتھ رکھ کر یہ بات سنئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سر پر ایک بار ہاتھ رکھدیا تو انہوں نے پھر عمر بھر سر کے بال نہیں منڈوائے[۱] کہ یہ وہ بال ہیں جن پر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پھر گیا یہ تھی ان حضرات کی محبت کہ جن بالوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بار ہاتھ پھر گیا عمر بھر ان بالوں کی حفاظت کی اور آج عشق نبوی کا دعوی دار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صورت اختیار کرنے کو تیار نہیں چہرے پر روز اٹھ کر پھاوڑا چلاتا ہے۔ ذرا سوچئے غور کیجئے یا اللہ تو ایسی محبت عطاء فرما کہ تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے محبت ہو جائے اور ایسی محبت ہو جائے کہ ساری دنیا طعن کرتی رہے مذاق اڑاتی رہے مگر یہ کسی کی پروا نہ کرے یہ بات تو درمیان میں آگئی محبت کے واقعات پھر کبھی سناؤں گا انشاء اللہ۔

---

[۱] ابوداؤد

یہ واقعات بھی اس پر بتائے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو ولادت و وفات کی تاریخ بھول گئے تو اس کا سبب ان کی محبت میں کمی تھا؟ کبھی نہیں یہ بات تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا، تو پھر دوسری وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ کیا حافظے ان کے کمزور تھے آج تو لوگوں کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ فجر کی نماز میں کون سی سورت پڑھی گئی، امام کو ہی یاد نہیں رہتا دوسروں کی کیا بات، خیر فجر کی بات تو دور رہی ابھی مغرب کے بعد نوافل سے فارغ ہو کر ایک دوسرے سے ذرا پوچھ لیں کون سی رکعت میں کیا پڑھا گیا امید ہے کسی کو یاد نہیں ہوگا ہاں اگر مسلمان سے یہ پوچھا جائے کہ فلاں میلاد میں کیا ہوا تھا کون کون سے کھانے تھے تو شاید گزشتہ سال کے بھی فرفر سنادے ایسی باتیں نہیں بھولتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حافظے

تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حافظے کمزور نہیں تھے عشق و محبت کی مانند ان کے حافظے ان کی قوت یاد داشت بھی ضرب المثل تھی۔

قوت حافظہ کی ایک مثال:

حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا قصہ معلوم کرنے دو شخص آئے، ایک نے کہا انہوں نے بالکل بچپن میں مجھے دیکھا تھا اب ذرا ان کے حافظے کا امتحان لیں کہ پہچان لیتے ہیں یا نہیں؟ اس نے اپنا چہرہ اور پورا جسم خوب اچھی طرح چھپا لیا، صرف آنکھیں اور پاؤں کھلے تھے، حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ انہوں نے پاؤں پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جب میں غلام تھا تو میرے آقا کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا تھا میرے آقا نے حکم دیا تھا کہ اس بچے کو اٹھا کر لیجاؤ، اور فلاں دودھ پلانی والی انا کو [illegible] آؤ، اس زمانے میں یہی رواج تھا مائیں خود نہیں

دودھ پلاتی تھیں۔

فرمایا اس بچے کے جو پاؤں تھے وہ آپ کے پاؤں سے ملتے جلتے ہیں، اور وہ واقعہ وہی بچہ تھا، اندازہ لگایئے کیا حافظہ تھا اب اس میں پہلی بات یہ ہے کہ جب بچہ دودھ پلانے کے لئے انا کے حوالے کیا جاتا ہے تو اس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے؟ چند گھنٹے تک بغیر خوراک کے رکھا جائے تو زندہ ہی نہیں رہ سکتا اس بچے کی عمر بھی چند گھنٹوں سے زائد نہیں ہوگی دوسری بات یہ کہ ایسے وقت بچے کا چہرہ دیکھا جاتا ہے پاؤں کو کوئی نہیں دیکھتا اور چہرے کو بھی اس توجہ اور انہماک سے کون دیکھے گا کہ یہ صورت میں نے مدت تک یاد رکھنی ہے پھر میرا امتحان ہوگا، ایسے وقت چہرہ ایک سرسری نظر سے دیکھا جاتا ہے پاؤں تو اور زیادہ سرسری نظر سے دیکھے جائیں گے مگر ان سب باتوں کے باوجود حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس نقاب پوش نوجوان کو پہچان لیتے ہیں کہ یہ وہی شیر خوار بچہ ہے جو میں نے اٹھایا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا چادر بچھاؤ میں نے چادر بچھادی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پڑھ کر اس پر دم کیا اور فرمایا کہ اس کو سینے سے لگالو، میں نے سینے سے لگالی اس وقت سے کوئی ایسی بات جو میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی نہیں بھولا۔ (متفق علیہ)

محدثین کرام کا حیرت انگیز حافظہ

اب آگے حضرات محدثین رحمہ اللہ تعالیٰ کے حافظوں کی ایک جھلک بھی دیکھ لیجئے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد جنہوں نے دین کی حفاظت کی۔

پہلی مثال:

امام بخاری رحمہ اللہ ایک جگہ تشریف لے گئے اور ابھی بالکل نوعمر تھے لیکن

شہرت ہو چکی تھی وہاں کے محدثین کو خیال ہوا کہ ان کا امتحان لیا جائے چنانچہ ان میں دس آدمیوں نے دس دس حدیثیں اس طرح یاد کیں کہ ہر حدیث کی سند اور متن کو کسی دوسری حدیث کی سند اور متن کے ساتھ خلط ملط کر دیا سند ایک کی متن دوسرے کا اسی طرح ایک ٹکڑا ایک حدیث کا دوسرا ٹکڑا دوسری حدیث کا اس طرح سے حدیثوں میں قطع و برید کر کے ایک ایک آدمی نے دس دس حدیثیں یاد کیں اور آکر بیٹھ گئے امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا امتحان لینے۔ پہلی حدیث پڑھی تو آپ نے فرمایا لادری مجھے معلوم نہیں دوسری پڑھی تو بھی لادری میں نہیں جانتا تیسری چوتھی پانچویں غرض آخر تک ہر حدیث کے جواب میں یہی فرماتے رہے کہ لادری میں نہیں جانتا حاضرین سارے حیران کہ یہ کیا ماجرا ہے ہر حدیث کے جواب میں لادری لادری گو کہ نوعمر ہیں مگر قوت حافظ اور حدیث دانی کی دھاک تو دنیا پر بیٹھ چکی ہے اور اسی لئے تو اتنا بڑا اجتماع ہوا لوگ تو اس جواب سے تشویش میں پڑ گئے مگر وہ ممتحن حضرات سمجھ رہے تھے کہ کامل ہیں ان کا یہ جواب کم علمی کی نہیں بلکہ کمال کی دلیل ہے ہم تو خلط ملط کر کے پوچھ رہے ہیں جو واقعی حدیث نہیں لہٰذا ان غلط احادیث کے متعلق لادری کہنا بالکل بجا ہے خیر جب دسیوں آدمی فارغ ہو گئے اور ان کی سو احادیث پڑھی جا چکیں تب انہوں نے فرمایا سنو اب میں پڑھتا ہوں۔ سو کی سو احادیث صحیح سند اور صحیح متن کے ساتھ سنا دیں۔ مورخین فرماتے ہیں سو احادیث پڑھ دینا امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کمال نہیں بھلا جس آدمی کو لاکھوں حدیثیں ازبر ہوں وہ سو حدیث سنا دے تو کیا کمال ہے تو وہ فرماتے ہیں یہ کوئی کمال کی بات نہ تھی اصل کمال یہ کیا کہ جس ترتیب سے ان محدثین نے سو حدیثیں پڑھی تھیں اسی ترتیب سے سنا دیں اسی مجلس میں ایک بار سن کر سو حدیثوں کی ترتیب یاد ہو گئی چنانچہ اسی ترتیب سے سنا دیں پہلے محدث کی دس حدیثیں پہلے سنا دیں ترتیب وار دوسرے کی اس کے بعد ترتیب وار تیسرے کی اس کے بعد آخر تک۔ بتایئے ایسا غضب کا حافظہ کوئی عقل میں آنے والی بات ہے آج دنیا اس کی نظیر پیش کر سکتی

ہے؟

دوسری مثال

ایک محدث فرماتے ہیں میں نے سو حج کئے ہیں اور ہر حج الگ اونٹ پر کیا ہے ان سو اونٹوں میں سے جو اونٹ بھی میرے سامنے لایا جائے دیکھ کرتا دوں گا کہ اس اونٹ پر میں نے فلاں سال حج کیا تھا ہمارے سامنے تو بھائی دو چار اونٹ آجائیں تو ان میں فرق نہ کرسکیں کہ سب ایک جیسے ہیں ہم بچپن میں دیکھا کرتے تھے کہ لوگ بھیڑبکری چراتے ہیں بکری تو خیر ہم بھی پہچان لیتے ہیں مگر اس پر حیرت ہوتی کہ بھیڑیں تو سب ایک جیسی ہیں ان میں یہ لوگ کیسے فرق کرلیتے ہیں؟ لیکن وہ کہتے ہیں کہ بس یہ ہمارا کام ہے ہم پہچان لیتے ہیں تو ان کو صرف سو اونٹ ہی یاد نہیں رہتے بلکہ ہر اونٹ کا حلیہ بھی ذہن میں محفوظ ہوگیا کہ دیکھتے ہی پہچان لیں کہ یہ فلاں اونٹ ہے اور یہ فلاں۔

تیسری مثال:

آخر میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قصہ بھی سن لیجئے۔ آخر عمر میں ان کی نظر جاتی رہی تھی نابینا ہوگئے تھے ایک بار اونٹ پر سوار ہیں کہیں جارہے ہیں راستے میں جاتے ہوئے اچانک ایک جگہ سر جھکادیا خادم نے پوچھا حضور یہ کیا بات ہے سر کیوں جھکادیا۔ فرمایا یہاں ایک درخت ہے اس کی شاخیں جھکی ہوئی ہیں سواری پر جب کوئی گزرتا ہے۔ تو اس کے سر پر لگتی ہیں اس لئے میں نے سر جھکا دیا خادم نے عرض کیا حضرت اس جگہ تو قریب بھی کوئی درخت نظر نہیں آرہا چہ جائیکہ یہاں ہو فرمایا یہیں ٹھہرجاؤ اونٹ سے اتر گئے فرمایا اب قریب کے گاؤں میں جاؤ اور تحقیق کرو اگر ثابت ہوجائے کہ کہ کسی وقت یہاں ایسا درخت تھا تو درست ہے ورنہ میرا خیال اگر غلط ہے تو آیندہ کے لئے حدیث بیان کرنا چھوڑ دوں گا کہ میرا

حافظہ کمزور ہوگیا ہے حافظے میں فرق آجائے تو پھر حدیث بیان کرنا جائز نہیں چنانچہ وہ خادم قریب کی آبادی میں گیا اور تحقیق کی تو بڑے بوڑھوں نے بتایا کہ واقعی یہاں ایسا ایسا درخت تھا کسی زمانے میں مگر سالہا سال گزر گئے وہ تو کٹ چکا اس کا نام ونشان بھی نہیں رہا۔ یہ حافظے تھے ان لوگوں کے نظر نہیں آرہا مگر چلتے چلتے ٹھیک جگہ جھک جاتے ہیں جہاں درخت تھا۔ یہ چند مثالیں دیدیں۔

بات یہ چل رہی تھی کہ کیا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حافظے کمزور تھے جس کی وجہ سے ولادت ووفات کی تاریخ بھول گئے ایسی بات تو نہیں اور یہ بھی نہیں کہ ان کی محبت میں کمی تھی پھر آخر بات کیا ہے بھول کیوں گئے؟

اصل سبب:

سنئے اصل وجہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سب سے زیادہ جس چیز کی حفاظت کا اہتمام فرمایا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ احکام تھے اس لئے کہ بعثت کا حقیقی مقصد ہی دین و شریعت کے احکام ہیں مخلوق کو اللہ کی رضا کے احکام اور طریقے بتانا ان کو جہنم کی گہرائیوں سے نکال نکال کر جنت کے محلات میں پہنچانا اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تھا۔

سلف کا جذبۂ حفاظت دین:

تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سب سے زیادہ جس چیز کے یاد رکھنے پر زور دیا ہر قیمت پر جس کی حفاظت کی اور تمام جزئیات کو محفوظ کیا اور امت تک پہنچایا وہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا ذخیرہ پہلے یہ بات سینوں میں محفوظ رکھی پھر جہاں حافظوں میں فرق اور ضعف محسوس کیا تو تحریر وکتابت کے ذریعے حدیث کی تدوین شروع کی ۹۹ ہجری میں سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس کا بیڑا اٹھایا اس وقت سے احادیث کتب میں محفوظ کردی گئیں اس معاملے میں ان حضرات کی دیانت

واحتیاط اور احادیث کی صحت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ آج سے تقریباً سو سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ مبارک خطوط جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار بادشاہوں کو تحریر فرمائے تھے وہ اصل خطوط دستیاب ہو گئے ان اصل خطوط کے جو فوٹو شائع ہوئے تو ان میں اور محدثین جو کتب حدیث میں یہ خطوط درج کر گئے ان میں ایک حرف کا بھی فرق نہ نکلا۔ چودہ سو سال گزرنے پر بھی احادیث جوں کی توں محفوظ ہیں ایک حرف کا فرق بھی نظر نہ آیا۔ یہود ونصاریٰ نے تو آسمانی کتابوں میں ایسی تحریف کی ان کا حلیہ ایسا بگاڑا کہ حقیقت کا پتا لگانا ناممکن ہو گیا مگر یہاں قرآن کریم تو الگ رہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی حفاظت کا یہ عالم کہ اب تک ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی توجہ کا مرکز" احادیث اور شرعی احکام رہے سب سے زیادہ ان کی حفاظت کی پھر دوسرے درجے میں وہ چیزیں جن سے محبت کے تقاضے پورے ہوں ان کی بھی حفاظت فرمائی محبت کے تقاضے کیا تھے؟ کہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک کتنا تھا کیسا تھا؟ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک کیسا تھا؟ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھیں ابرو اور بھنویں کیسی تھیں؟ مبارک ناک کیسی تھی؟ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دانت کیسے تھے؟ داڑھی مبارک کیسی تھی اور اس میں کتنے بال سفید تھے؟ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی سفیدی اور اس سفیدی میں سرخی کس قدر تھی؟ ایسی ایسی باریکیاں۔ اور کیا؟ کہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا سفر وحضر کے معمولات غرض ایک ایک جز کو محفوظ کیا اور یہ سب کچھ ان سے محبت محبوب نے کرایا ایک تو یہ حضرات تھے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا کو اس درجہ احتیاط واستیعاب کے ساتھ محفوظ کر رہے ہیں۔

آج کل کے عشاق:

اور آج بھی عشق و محبت کے دعویداروں کی کمی نہیں مگر حالت یہ ہے کہ چہرے کے بال تک محفوظ نہیں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صورت سے بھی وحشت ہے۔

ایک اعتراض اور جواب:

ہاں آگے یہ سؤال ہوتا ہے چلئے ولادت اور وفات کی تاریخ کے ساتھ کوئی شرعی حکم وابستہ نہیں تھا کہ ان کی حفاظت کا خاص اہتمام کیا جاتا مگر تقاضائے محبت سے ہی محفوظ کرلیتے کہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فلاں تاریخ میں پیدا ہوئے، دنیا میں تشریف لائے اور فلاں تاریخ کو رحلت فرمائی، ایسا کیوں نہ کیا؟ سنئے! اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جان بوجھ کر ولادت اور وفات کی تاریخ کا ذکر نہیں فرمایا یا یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہی بھلوا دیا اور اس میں بڑی حکمت پنہاں ہے وہ یہ کہ ولادت پر بدعات و خرافات کا سلسلہ شروع ہوجاتا اور وفات پر رونے دھونے کا سلسلہ ظاہر ہے دونوں چیزیں شریعت کے خلاف ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں تاریخیں بھلوا کر ان بدعات کی جڑ ہی کاٹ دی اور یہ توجیہ کچھ مستبعد نہیں اس کی ایک دوسری مثال ہمارے سامنے ہے کہ بیعت رضوان جس کے متعلق قرآن مجید نے فرمایا:

﴿لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبا یعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا﴾

(۴۸-۱۸)

"بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں

میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب میں اطمینان پیدا کردیا۔ اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح بھی دیدی"۔

ظاہر ہے یہ بیعت جس درخت کے نیچے ہوئی وہ بڑا مبارک درخت تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے دوسرے ہی سال یہ درخت صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذہنوں سے نکلوادیا انہیں بھلوا دیا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں دوسرے سال ہم نے اس کو تلاش کیا بہت تلاش کیا مگر اس کا کوئی پتا نہ چلا اللہ تعالیٰ نے ذہنوں سے بالکل بھلوادیا کہ آنے والے لوگ کہیں اس کی پوجاپاٹ نہ شروع کردیں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تو ہزار کوشش کے باوجود نہ ملا مگر لوگ کہاں چھوڑتے ہیں کسی ایک درخت کو پکڑ ہی لیا اور مشہور کیا کہ یہی ہے وہ مبارک درخت۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو وہ درخت فوراً کٹوادیا اور فرمایا یہ وہ درخت تو ہے نہیں مگر تم لوگوں نے وہی قرار دیا اس لئے لو ہم اس کو بھی جڑ سے اکھاڑ دیتے ہیں۔ آج اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے تو ان جلسے جلوس کرنے والوں کو مار مار کر ایسا سیدھا کرتے کہ آیندہ یہ لوگ کبھی قیامت تک پھر نام نہ لیتے یااللہ! تو ہی کوئی عمر پیدا کردے، بھائی ایسے موقعوں پر ہم نیت کا ثواب حاصل کرتے رہتے ہیں اگر ہمیں کہیں مل گئی حکومت تو انشاء اللہ مار مار کر ان لوگوں کا دماغ درست کریں گے۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذہنوں کو اس طرف متوجہ ہونے ہی نہ دیا کہ اس تاریخ کو یاد رکھیں اور کسی کو اگر یاد تھی بھی تو بھلوا دی اور اس میں حکمت و مصلحت ظاہر ہے کہ اگر صحیح تاریخ محفوظ ہوتی تو لوگ جو خرافات کرتے بدعات کرتے اسی مبارک تاریخ میں کرتے مگر اس کے باوجود مسلمان کہاں باز آتا ہے، کہاں ہاتھ سے جانے دیتا ہے جلسے جلوسوں کی رونق کو، حلوے اور قورمے کی لذت کو، ایصال ثواب کے سنہری موقعوں کو، اس نے سوچا اگر ولادت و

وفات کی صحیح تاریخ نہیں ملتی تو نہ ملے کسی کو تو پکڑ ہی لو، آخر ۱۲ کو پکڑ لیا اور ہنگامے شروع کردیئے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم تو دیکھئے کہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و وفات کی صحیح تاریخیں ان خرافات سے بچالیں ولادت کی صحیح تاریخ تھی ۲ مگر یہ میلاد منارہے ہیں ۱۲ کو اب ان کو جتنا بھی کوئی سمجھائے کبھی باز نہیں آئیں گے، غلطی پر بھی اڑے رہیں گے۔ میں نے یہ صحیح تاریخ اس لئے بتادی کہ مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس تاریخ میں کوئی ہنگامہ نہیں کرے گا، اگر یہ خطرہ ہوتا کہ اس میں بھی کوئی کرنے لگے گا تو میں نہ بتاتا۔ لوگوں نے ولادت کے اصل مقصد کو سمجھنے کی بجائے اس تاریخ میں ہنگامے شروع کردیئے۔

رسالت کا حقیقی مقصد:

ولادت نبویہ کا حقیقی مقصد کیا ہے اور سچی محبت کیسی ہوتی ہے اس پر ایک قصہ سنئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرماکر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ استقبال کے لئے روز نکلتے تھے اور انتظار کرکے واپس ہوجاتے تھے چھوٹی بچیاں بھی گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر روزانہ دیکھتی رہتیں، کئی دن کے انتظار کے بعد جب نظر پڑی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سمیت تشریف لارہے ہیں اس وقت بچیوں نے کچھ اشعار پڑھے یااللہ ان بچیوں کے دل کی حقیقت کا کچھ حصہ ہمیں بھی عطا فرما۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع
ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

یہ معصوم بچیاں بھی سمجھتی تھیں کہ ولادت کا مقصد کیا ہے؟ کہتی ہیں اے "ثنیات الوداع" کی طرف سے ابھرنے والے چودھویں کے چاند۔ اس پہاڑ کا نام

"ثنیات الوداع" تھا اس لئے کہ لوگوں کو یہیں سے وداع کیا جاتا تھا۔ وجب الشکر .... قیامت تک ہماری گردنیں شکر سے جھکی ہوئی ہیں مگر شکر کیسے ادا کریں گی؟ شکر کھا کر نہیں، آجکل مٹھائیاں کھا کر شکر ادا کرتے ہیں یہ شکر نہیں، شکر کیسے ادا کیا جاتا ہے ایھا المبعوث .... اے وہ ذات جو ہماری ہدایت کے لئے ہم میں مبعوث کی گئی تیرے امر کی اطاعت کی جائے گی ہم وعدہ کرتی ہیں کہ آپ کا جو حکم ہوگا ہم اسے بجالائیں گی، دل وجان سے اطاعت کریں گی۔ یہ ان بچیوں کے جذبات تھے وہ خوب سمجھتی تھیں کہ رسالت کا مقصد رسول کی اطاعت ہے، یا اللہ! ان بچیوں کے دل میں جو محبت تھی، جو جوش اطاعت تھا ہمیں بھی وہ محبت عطا فرما وہ جوش اطاعت عطاء فرما۔ محبت پر ایک دعاء یاد آئی جو پہلے بھی ہمیشہ بتاتا رہتا ہوں مگر ابھی ابھی اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک عجیب مطلب دل میں ڈال دیا:

﴿اللھم ارزقنا حبک وحب من یحبک وحب عمل یقرب الی حبک﴾ (ترمذی، مستدرک)

یا اللہ! ہم سب کو اپنی محبت عطا فرما، اپنی محبت والوں کی محبت عطا فرما، اور ایسے اعمال کی محبت عطا فرما جو تیری محبت سے قریب کردیں۔ دوسرے جملے کا ظاہری معنی تو ہے اہل محبت کے ساتھ محبت عطا فرما مگر میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ مطلب ڈالا کہ یا اللہ اہل محبت کے دلوں میں جو تو نے محبت بھردی ہے اپنی وہ محبت ہمیں بھی عطا فرما، عربی الفاظ میں اس معنی کی بھی گنجائش ہے۔ اب تک تین چیزوں کا بیان ہوا پھر دہرا لیجئے:

① ۱۲/ ربیع الاول کی تاریخ نہ تاریخ ولادت ہے نہ تاریخ وفات۔

② صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں ہنگامے نہیں تھے، اگر ہوتے تو صحیح تاریخ کا بھولنا ممکن نہ ہوتا۔

③ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے صحیح تاریخ کیسے محفوظ نہ فرمائی، مختصر یہ کہ اس تاریخ کے ساتھ شریعت کا کوئی حکم وابستہ نہیں یا ان سے بھلوادی گئی۔

اس بدعت کی ابتداء:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ بلکہ ان کے بعد بھی چھ سو سال تک دنیا میں کہیں بھی اس بدعت کا کوئی نام ونشان نہیں تھا، ساتویں صدی ۶۰۴ ہجری میں ایک بے دین اور مسرف بادشاہ مظفر الدین کوکری بن اربل گزرا ہے، اس نے اپنی عیاشیوں اور بدمستیوں کو تادیر قائم رکھنے کے لئے اپنی حکومت کو طول دینا ضروری سمجھا تو رعایا کو اپنی طرف مائل کرنے، اپنی عظمت قلوب میں بٹھانے اور دین سے لگاؤ کا تاثر دینے کے لئے کوئی دینی ڈھونگ رچانے کو بہترین حربہ خیال کیا، چنانچہ اس نے ربیع الاول میں جشن میلاد اور مجلس میلاد کی بدعت ایجاد کرنے کا منصوبہ بنایا۔

اس مقصد میں پوری طرح کامیابی کے لئے اس مکار وچالاک بادشاہ نے ایک زبردست تدبیر اختیار کی، وہ یہ کہ بیت المال کے خزانہ سے طبقہ علماء سوء کو خریدنے کی کوشش کی جو ہمیشہ دین بیچ کر دنیا کھانے کے لئے منہ پھاڑے بیٹھا رہتا ہے۔

چنانچہ اس طبقہ کے ایک مکار وکذاب، ائمہ مجتہدین وعلماء سلف کی شان میں بہت سخت گستاخی کرنے والے، فحش گو، متکبر اور دنیا پرست مولوی عمر بن دحیہ ابوالخطاب نے اس بدعت کے جواز کے لئے مواد اکٹھا کرنے کا کارنامہ انجام دیا اور ہوس پرستی میں اپنے مقتدیٰ سے ہزار پونڈ کا صلہ پایا۔[2]

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ۔

---

[1] ماخوذ از تاریخ ابن خلکان، دول الاسلام از علامہ ذہبی

[2] قال الحافظ رحمہ اللہ تعالی: وقال ابن النجار رایت الناس مجتمعین علی کذبہ وضعفہ وادعانہ سماع مالم یسمعہ ولقاء من لم یلقہ وکان امارة ذلک علیہ لائحہ(لسان المیزان صفحہ ۲۸۸ جلد ۴)

وقال ایضا: وکان ظاهری المذهب، کثیر الوقیعہ وفی السلف من العلماء خبیث اللسان احمق شدید الکبیر قلیل النظر فی امور الدین متهونا بحالہ بالا)

وهل افسد الدین الا الملوک
واحبار سوء ورهبانها

"ہوس پرست بادشاہوں، دنیا پرست مولویوں اور جاہل صوفیوں نے مل کر دین کو تباہ کیا"۔

اب ایک بہت اہم بات اور سنئے۔

بدعت میں کیا کیا مفاسد ہیں؟

اب آگے مزید تین باتیں اور بتانی ہیں ایک تو یہ کہ یہ چیزیں جب نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہوئیں، نہ صحابۂ کرام کے دور میں، نہ ائمہ مجتہدین کے وقت میں پھر لوگ کیوں کرتے ہیں؟ ذرا سوچنے کی بات ہے آخر ایسا کام کرتے کیوں ہیں؟ جو اسلام میں کسی نے بھی نہ کیا، کہتے ہیں آجکل سائنس کا زمانہ ہے سائنس کے معنی ہیں عقل، آج کا انسان بڑا عقلمند انسان کہلاتا ہے حتیٰ کہ دین کے معاملے میں بھی اپنی عقل کے گھوڑے دوڑا رہا ہے، عجیب عجیب باتیں لوگ ہم سے پوچھتے ہیں، رات کی نمازوں میں قراءت آواز سے کیوں ہے؟ دن کی نمازوں میں آہستہ کیوں ہے؟ یہ تو عقل کا زمانہ ہے عقل مند آدمی کوئی بھی کام کرتا ہے تو سوچ سمجھ کر کرتا ہے کہ اس میں حکمت کیا ہے۔ یہاں بھی کوئی معمولی کام نہیں ہو رہا اتنے سارے مصارف اس قدر محنت و مشقت اتنے بڑے بڑے ہنگامے آخر یہ اتنا بڑا کام کیوں کر رہے ہیں؟ سنئے اگر بات سمجھ میں آگئی تو انشاء اللہ ذریعہ ہدایت ہوگی اللہ تعالیٰ دلوں میں اتار دے۔ غور و فکر کے بعد جو بات میری سمجھ میں آئی ہے کہے دیتا ہوں آپ لوگ بھی سوچیں دوسروں سے پوچھیں بلکہ ان ہنگامہ کرنے والوں سے دریافت کریں کوئی نئی بات اس کے علاوہ سامنے آئے تو مجھے بھی بتائیں، سمجھ میں یہ آتا ہے کہ وہ یہ سب کچھ کار ثواب سمجھ کر کرتے ہوں گے کہ ہم یہ اس لئے کر رہے ہیں کہ اس میں ثواب ہے، نیکی ہے، اللہ کے بندے یہ کیسا ثواب ہے جو نہ

اللہ تعالیٰ نے بتایا، نہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا، نہ صحابۂ کرام نے کیا، نہ تابعین، تبع تابعین، ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ سے اس کا کوئی ثبوت ہے، غرض اللہ کی شریعت میں تو اس ثواب کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا اپنی طرف سے کہاں سے گھڑ لیا؟ یا تو یوں کہیں نعوذ باللہ اس کا اللہ تعالیٰ کو علم نہیں تھا ورنہ وہ ضرور حکم دیتے یا پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تو حکم دیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو نہیں بتلایا گویا معاذ اللہ دین پہنچانے میں خیانت کی، یا پھر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بتلایا مگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہیں سمجھے، عمل نہیں کیا، غفلت برتی۔ آخر جس بات کا زمانہ خیر القرون میں دور دور تک کوئی پتا نہیں ملتا اس کی توجیہ کیا کریں گے۔ سیدھی بات یہ ہے کہ یہ کار ثواب نہیں اللہ تعالیٰ کی حکومت کے مقابلے میں اپنی متوازن حکومت بنانا ہے، جو بڑا بھیانک جرم ہے، کوئی آدمی کسی کی حکومت میں رہتے ہوئے کیسا ہی جرم کرے ہو سکتا ہے کہ حکومت اسے معاف کردے مگر اس حکومت میں رہتے ہوئے جو شخص اپنی حکومت قائم کرلے وہ "باغی" کہلاتا ہے اسے کسی صورت میں بھی معاف نہیں کیا جاسکتا۔ تو کسی کام کو ثواب یا گناہ بتانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اللہ تعالیٰ کا علم محیط ہے کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں، کیا اللہ تعالیٰ کو اس ثواب کا علم نہیں تھا؟ یاد رکھئے بڑے سے بڑا گناہ بھی چھوٹی بدعت کے مقابلے میں چھوٹا ہے اور یہ تو بہت بڑی بدعت ہے، اللہ کے دین میں دخل اندازی ہے، چھوٹی سے چھوٹی بدعت کے متعلق بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ جہنم میں لیجانے والی ہے، کیوں؟ وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص بدکاری کرتا ہے، چوری کرتا ہے، زنا کرتا ہے یا ان سے بڑھ کر قتل کا مرتکب ہے یہ نافرمان تو ضرور ہے، مجرم ضرور ہے مگر یہ نہیں کہا جائے گا کہ اللہ کی حکومت کے مقابلے میں اپنی متوازی حکومت قائم کر رہا ہے، نافرمان ہے گناہ گار ہے اللہ تعالیٰ چاہیں تو معاف کردیں لیکن جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ نے تو نہیں بتایا مگر میں بتاتا ہوں میں اس کو ثواب سمجھتا ہوں بتائیے یہ "میں" کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے

میں لایا یا نہیں؟ اپنے کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا یا نہیں؟ ذرا سوچئے یہ کتنی بڑی بات ہے، کیا یہ جرم قابل معافی ہے؟ آخرت میں ایسے لوگوں کا یہ معاملہ ہوگا کہ حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر پانی پلا رہے ہوں گے کہ اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھیں گے بدعتیوں کی ایک جماعت کو فرشتے مار مار کر جہنم کی طرف لیجا رہے ہوں گے یہ لوگ تو حوض کوثر کی طرف آنا چاہیں گے مگر فرشتے مار مار کر ہٹائیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے چہروں سے یہ سمجھیں گے کہ یہ مسلمان ہیں فرشتوں سے فرمائیں گے ان کو کیوں نہیں آنے دیتے؟ فرشتے جواب دیں گے یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی تھی جن کی صورتیں مسلمانوں کی سی تھیں مگر سیرت مسلمانوں سے الگ۔ انہوں نے نئی نئی بدعات اپنی طرف سے گھڑیں، نئی نئی باتیں اللہ کے دین میں داخل کیں، ایسی ایسی باتیں جن کا نہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لاتدری ما احدثوا بعدک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہوں نے کیا کیا بدعات ایجاد کیں، کیسے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنی متوازی حکومت قائم کی، یہ باغی ہیں، ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش بھی قبول نہیں ہوگی، بدعتی کا یہ انجام ہوگا۔

لمحہ فکریہ:

یہاں ذرا ایک بات سمجھ لیں یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کی صورت دیکھ کر باور فرمائیں گے کہ یہ میری امت کے لوگ ہیں میاں! یہاں ذرا سوچئے کہ جن لوگوں کی صورت ہی مسلمان کی نہیں وہاں ان کا کیا ہوگا، ان کے بارے میں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح بھی ان کا اسلام قبول نہ فرمائیں کہ یہ کیسے مسلمان ہیں جن کی صورت بھی ہم

سے مختلف ہے ذرا سوچئے! یہ میلادی لوگ صورت تو مسلمان کی سی رکھتے ہیں مگر اندر سے کچھ اور ہیں مگر جنکی صورت ہی مسلمانوں کی نہیں ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر سے کیسے پلائیں گے؟ سیرت کی پہچان تو صورت سے ہوتی ہے۔ کسی آدمی کو بھیجا قربانی کا بکرا خریدنے وہ کتا پکڑ کے لے آیا، پوچھا جاتا ہے ارے میاں تمہیں تو بکرا خریدنے بھیجا تھا یہ کیا پکڑ لائے؟ وہ جواب دیتا ہے دیکھو اس کے دو دانت، دو دانت، یہی کہا جائے گا کہ احمق اس کی تو بکرے کی صورت ہی نہیں دانتوں کو دیکھ کر کیا کریں، وہ دو ہوں خواہ آٹھ، پہلی چیز تو صورت ہے مگر وہ ایک ہی رٹ لگائے جاتا ہے دو دانت دو دانت، دانت دکھانے سے وہ کتا بکرا تھوڑا ہی بن جائے گا، تو بھائی مسلمان کی پہچان اسلامی صورت سے ہوتی ہے پہلے اس کی صورت کو دیکھا جائے گا اگر صورت مسلمانوں کی سی ہے تو اب دیکھیں گے کہ اندر سے بھی مسلمان ہے یا نہیں، جس کی صورت ہی مسلمان کی سی نہیں وہ تو وہیں چھٹ گیا یا اللہ! تو ہدایت عطا فرما مسلمان کی صورت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما، جب صورت بن جائے تو اس صورت میں حقیقت بھی عطا فرما۔

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

ایک بات یہ ہوگئی کہ وہ ان خرافات کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں یہ بتادیا کہ ثواب نہیں بلکہ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا مقابلہ ہے۔

دوسری وجہ وہ یہ بتاسکتے ہیں کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے اور محبت یہ کام کرا رہی ہے، ہمارے دلوں میں محبت ہے اس لئے ہم ایسا کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے ان کے دل محبت سے خالی ہیں، اس بارے میں بھی یہ بات سوچنے کی ہے کہ کیا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں تھی؟ کیا تمہاری محبت صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت سے بڑھ کر ہے؟ کیا تم ان سے بڑے عاشق ہو؟ ان کی محبت پر تو اللہ تعالیٰ شہادت

دے رہے ہیں کہ یہ ہمارے وہ بندے ہیں جنہیں ہماری محبت میں ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کمال حاصل ہے تو ان کی محبت آپ لوگوں کی نسبت درجہا بڑھ کر تھی پھر کیا وجہ ہے تم سے محبت یہ کام کرا رہی ہے کہ جلسے کرو جلوس نکالو، نعرے لگاؤ، مٹھائیاں کھاؤ کھلاؤ، ان کی محبت نے یہ تمام کام کیوں نہ کرائے؟ اگر واقعی یہ کہا جائے کہ محبت ہی تم سے یہ کام کرا رہی ہے تو سچا محب ہمیشہ اپنے محبوب کا فرماں بردار ہوا کرتا ہے، سراپا اطاعت ہوا کرتا ہے، اس کی نافرمانی کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔

امتحان محبت میں کامیابی وناکامی کا معیار:

امتحان محبت میں کامیابی وناکامی کا معیار یہی ہے کہ دعوئی محبت اور محبت کے طریقے محبوب کی منشاء کے مطابق ہیں یا خلاف؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار محبت کے جو طریقے ارشاد فرمائے اگر مسلمان اپنی محبت کو ان کے تابع رکھتا ہے تو دعوئی محبت میں بالکل سچا ہے اور اگر اظہار محبت کے لئے ایسے انوکھے طریقے ایجاد کرتا ہے جو نہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے نہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اختیار فرمائے نہ ائمہ دین رحمہم اللہ نے اختیار کئے تو یہ محب صادق نہیں، اپنے محبوب کا نافرمان ہے، محب کاذب ہے، آپ لوگوں کے اظہار محبت کے تمام طریقے بھی اپنے ایجاد کردہ ہیں، معلوم ہوا یہ حقیقی محبت نہیں صرف دعوے محبت ہے جو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے سراسر خلاف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے سراسر خلاف ہے۔

تیسری وجہ ایک اور ہو سکتی ہے کوئی کہے گا تو نہیں مگر ہو سکتا ہے کوئی کہہ دے امکان ہے وہ یہ کہ ہمیں محبت ہے تو نہیں مگر ہم نقل اتارتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صفات بیان کرتے ہیں، سنتے ہیں تاکہ سن کر محبت پیدا ہو جائے، اس کو آگے چلانے سے پہلے دوسرے نمبر پر ایک اور بات ذہن میں آئی

ذرا سن لیجئے، یہ لوگ کہتے ہیں ہمیں محبت مجبور کرتی ہے کہ یہ کام کرو تو بھائی ذرا سوچئے یہ عشاق سر سے لے کر ایڑی تک صورت وسیرت میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہیں آخر محبت آپ سے کھلانے پلانے نعرہ بازی اور جلسے جلوسوں کا کام تو کراتی ہے دوسرے کام کیوں نہیں کراتی؟ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ سنا چکا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیردیا تو انہوں نے عمر بھر بال نہیں منڈوائے اور ان محبت کے دعوے داروں کو داڑھی کے بال رکھنے کی بھی توفیق نہیں، دعوئ محبت کا مگر زندگی سر تا پیر شریعت کے خلاف، کھانے کمانے میں حلال وحرام کی تمیز نہیں، جائز ناجائز کی پوچھ نہیں، عورتوں میں شرعی پردہ نہیں، گانے بجانے کی لعنت، تصویر کی لعنت غرض زندگی کا ہر شعبہ معاصی میں اٹا ہوا، یہاں محبت کچھ نہیں کراتی اگر کراتی ہے تو صرف یہی کہ ہنگامے کرو نعرے لگاؤ اور دعوتیں اڑاؤ یہ عجیب محبت ہے۔ یاد رکھئے محبت امتحان چاہتی ہے۔

﴿ولنبلونکم حتی نعلم المجاهدین منکم والصابرین الایة﴾
(۴۷-۳۱)

"اور دشوار کاموں سے ہم ضرور سب کی آزمائش کریں گے تاکہ ہم ظاہر طور پر بھی ان لوگوں کو معلوم کرلیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور جو ثابت قدم رہنے والے ہیں"۔

اور فرمایا:

﴿احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وهم لا یفتنون﴾ (۲۹-۲)

"کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو قسم قسم کے مصائب سے آزمایا نہ جاوے گا"۔

اللہ تعالیٰ کھول کھول کر سنا رہے ہیں احسب الناس .... ارے لوگوں نے کیا سمجھ لیا کہ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے اور امتحان دیئے بغیر یہ دعویٰ قبول کرلیا جائے گا ہرگز نہیں اللہ کے لئے ذرا اس آیت کو سامنے رکھ کر اپنے حالات کا جائزہ لیں یہ سورہ عنکبوت کی پہلی آیت ہے، قرآن پاک کھول کر پہلے دیکھ لیجئے اطمینان کرلیجئے پھر اپنا محاسبہ کیجئے، احسب الناس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا زبردست اعلان ہے لوگوں نے کیا خیال کیا کہ صرف امنا کہہ دینے سے امتحان دیئے بغیر ہم کامیاب ہوجائیں گے، یہ دعویٰ بغیر دلیل قبول ہوجائے گا ہرگز نہیں یہ خیال ذہن سے نکال دیں، اللہ تعالیٰ پہلے تمہارا امتحان لیں گے، کسوٹی پر پرکھیں گے اور خوب رگڑ رگڑ کر پرکھیں گے، اس پرکھ میں جو کامیاب نکلا اس کا ایمان قبول ہے ورنہ ہرگز قبول نہیں، یہ کھوکھلا دعویٰ منہ پر مار دیا جائے گا، اسے بار بار سوچئے احسب یہ کون کہہ رہا ہے۔ دعویٰ ایمان، دعویٰ محبت تو سب میں ہے مگر یہ ایمان زندگی میں نظر کہاں آرہا ہے؟ شرعی پردے کا نام نہیں گانے بجانے کی لعنت گلی گلی میں برس رہی ہے، فوٹو تصویروں کی لعنت قدم قدم پر موجود، نہ صورت مسلمان کی نہ سیرت مسلمان کی، نہ اندر نہ باہر آخر یہ اسلام ہے کہاں؟ یہ تو وہی قصہ ہوگیا کہ ایک آدمی تصویر گودنے والے کے پاس گیا اور کہا میرے بازو پر شیر کی تصویر گود دیجئے۔ ایسا لوگ شاید اس لئے کرتے ہیں کہ تصویر بنانے سے ہم بھی شیر بن جائیں گے۔ اس نے تصویر گودنی شروع کی پہلی سوئی چبھوئی تو ذرا سا درد ہوا یہ چلا اٹھا ٹھہر جاؤ ٹھہر جاؤ کیا بنا رہے ہو؟ اس نے کہا یہ پاؤں بنا رہا ہوں، ارے میاں! شیر لنگڑا بھی تو ہوا کرتا ہے، پاؤں کے بغیر شیر بنادو، اس نے پھر سوئی چبھوئی، ارے ٹھہر جاؤ ٹھہر جاؤ، یہ کیا بنا رہے ہو؟ اس نے کہا دم، ارے میاں! شیر لنڈورا بھی تو ہوتا ہے بغیر دم کے ہی بنادو۔ اس نے پھر سوئی چبھوئی تو چیخا ارے ٹھہرو ذرا ٹھہرو یہ کیا بنا رہے ہو؟ اس نے کہا کان، ارے شیر بوچا بھی تو ہوتا ہے بغیر کان کے ہی بنادو، اس مصور نے جھنجلا کر کہا اللہ کے بندے! ایسا شیر جس کے پاؤں نہ دم نہ کان ایسا شیر تو خدا نے

بھی پیدا نہیں کیا جاکر گھر میں بیٹھ، سوئی چبھوانے کی ہمت نہیں اور شوق آگیا شیر بنوانے کا۔ تو آج کا مسلمان بھی سبحان اللہ وہی شیر بنوانے والا مسلمان ہے، زبان سے بار بار یہی رٹ کہ ہم مسلمان ہیں، مسلمان بھی ایسے ویسے نہیں محب اور عاشق مسلمان اب پوچھیں بھائی مسلمان ہو تو مسلمان کی صورت کہاں گئی؟ ارے صاحب یہ تو ذرا مشکل کام ہے یہ کام ہم سے نہیں ہونے کا ویسے ہیں مسلمان، اچھا بھائی اگر مسلمان ہو تو ناجائز ذریعہ معاش کیوں نہیں چھوڑتے؟ مسلمان حرام تو نہیں کھاتا، اجی! بھوکے مرجائیں گے یہ باتیں چھوڑیئے ویسے ہیں مسلمان، اچھا شرعی پردہ ہے تمہارے گھر؟ مسلمان بے غیرت تو نہیں ہوتا، ارے صاحب پردہ کیا تو گھٹ کر مرجائیں گے ایسا اسلام نہیں چاہئے ویسے ہیں مسلمان۔ اس پر ایک خاتون کا قصہ بتاتا ہوں، اس کے شوہر نے خود بتایا کہ میں نے بیوی کو ترجمہ قرآن پڑھانا شروع کیا، شوق سے پڑھتی رہی اور جہاں پہنچی سورۂ نور پر جس میں پردے کے احکام ہیں تو چلا اٹھی اور قرآن بند کردیا، یہ قرآن ہمیں نہیں چاہئے، قرآن ہمیں نہیں چاہئے، وہ تو مرتے دم تک سورۂ نور کو نہیں بھولے گی شوہر نے بہتیرا سمجھایا کہ ترجمہ اتنا سارا پڑھ گئی آگے بھی پڑھ لے، قرآن مجید ختم کرلے، توفیق ہوجائے تو عمل کرلینا ورنہ پڑھنے میں کیا حرج ہے؟ مگر اس کا ایک ہی جواب کہ نہیں یہ قرآن نہیں چاہئے یہ قرآن تو مسلمان کو تب چاہئے کہ کہیں خوانی کرنی ہو، لڈو کھانے ہوں، چائے پینی ہو، ہاں پردے کے لئے یہ قرآن تھوڑا ہی گھر میں رکھا ہوا ہے۔ ہاں تو اس مسلمان سے پوچھئے تمہارا اسلام ہے کہاں؟ سر سے دیکھنا شروع کرتے ہیں ایڑی تک کوئی بات اسلام کی نظر نہیں آتی، آخر یہ اسلام کہاں چھپا رکھا ہے، صورت مسلمان کی نہ سیرت مسلمان کی مگر دعوے اسلام کا عشق رسول کا، اور اسلام بھی وہ چاہئے جسے ہم خود پسند کریں قرآن کی وہ آیات، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث جو اسے اچھی لگتی ہیں مزے دار معلوم ہوتی ہیں، خوب یاد رکھتا ہے۔

ایک حدیث کی تشریح:

کل ہی ایک عزیز نے فون پر پوچھا ایک صاحب کہتے ہیں حدیث میں ہے کہ آخر زمانے میں اسلام کے اگر دسویں حصے پر بھی عمل کرلیا تو نجات ہو جائے گی، میں نے کہا صحیح کہتے ہیں واقعی حدیث ہے لیکن ٹیلیفون بند کرنے کے بعد خیال آیا یہ حدیث پڑھ پڑھ کر تو لوگ بغلیں بجا رہے ہوں گے کہ چلئے صاحب کامیاب ہوگئے چلے گئے جنت میں، دسویں حصے پر تو عمل ہو ہی رہا ہے، اب کیا ضرورت ہے گناہ چھوڑنے کی؟ زیادہ محنت کرنے کی شاید سب مسلمانوں نے یہ حدیث یاد کر رکھی ہوگی اور خوب خوشیاں مناتے ہوں گے اسے پڑھ پڑھ کر، سن لیجئے کان کھول کر کہ اس حدیث میں جس اسلام کے دسویں حصے کا ذکر ہے یہ وہ اسلام نہیں جسے آپ اسلام سمجھتے ہیں بلکہ وہ اسلام مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر پیش کیا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ائمہ دین رحمہم اللہ نے اس پر عمل کرکے دکھایا وہ کامل واکمل دین مراد ہے، ظاہر ہے آج کے کسی کامل متقی پرہیزگار مسلمان کا عمل بھی اس اسلام کے دسویں حصے پر نہیں عوام کی بات تو چھوڑیئے۔ تو یہ سوچ سوچ کر بغلیں نہ بجائیں کہ ہم دسویں حصے پر عمل پیرا ہیں لہٰذا جنت ہاتھ سے کہیں نہیں جاتی یہ خیال ذہن سے نکال دیجئے، دسویں حصے پر بھی عمل کرنا کوئی آسان بات نہیں، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر آج کوئی صحابی دنیا میں زندہ ہوکر آجائے تو وہ آج کے حالات دیکھ کر کہے گا کہ دنیا میں اس وقت کوئی آدمی بھی مسلمان نہیں، سب کافر ہیں، کسی میں ایمان کا ذرہ نہیں اور دنیا والے یہ کہیں گے کہ یہ مکمل طور پر پاگل ہے، اس میں عقل کا ذرہ بھی نہیں اور یہ آج سے چار سو سال پہلے کی بات ہے اس وقت کا اندازہ خود کرلیجئے ہر دن تباہی کی طرف جارہا ہے، ہر رات تنزل میں جارہی ہے۔

ہاں تو یہ عشاق کہتے ہیں کہ محبت ہم سے یہ سب کچھ کرارہی ہے، تو بھائی محبت

کی سوئی تو کہیں چبھونے دیجئے ذرا دکھایئے تو سہی یہ اسلام ہے کہاں، محبت کا آپ نے کون سا امتحان دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامیاب قرار دیا اگر کوئی دعویٰ کرتا ہے تو بھائی بڑے لوگوں کی بات نہیں کرتا مجھے آکر ہی نبض دکھادے دو منٹ میں پتا چل جائے گا کہ کتنے پانی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فکر آخرت عطا فرمائے ہماری دستگیری فرمائے، اس کی دستگیری کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ یہ دو باتیں ہو گئیں۔

تیسری بات جو شروع کرکے چھوڑ دی تھی یہ کہ شاید کوئی کہنے والا کہہ دے ہمیں محبت ہے تو نہیں مگر محبت پیدا کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی نقل اتارتے ہیں، شاید اس طریقے سے محبت پیدا ہو جائے۔ اس کے بھی دو جواب ہیں ایک تو یہ کہ اگر آپ واقعی محبت پیدا کرنا چاہتے ہیں تو پھر محبت کے وہ نسخے کیوں نہیں استعمال کرتے جو اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے، صحابۂ کرام نے ائمہ دین نے ان پر عمل کیا اور اپنے دلوں کو محبت سے لبریز کیا، اب بھی جو مسلمان سچی محبت پیدا کرنا چاہے تو اس کے لئے وہی نسخے ہیں، الحمد للہ آپ حضرات سنتے رہتے ہیں یہاں بھی محبت کے نسخے بیان ہوتے رہتے ہیں بے شمار لوگوں کو ان سے فائدہ پہنچا محبت پیدا ہو گئی جس سے گناہ چھوٹ گئے، زندگیاں بن گئیں، مکمل طور پر نہ سہی کچھ نہ کچھ فائدہ تو ہر آنے والا حاصل کر جاتا ہے بہت سوں کی صورت مسلمان کی سی بن گئی سیرت بھی انشاء اللہ بن جائے گی۔ تو واقعی آپ کو محبت پیدا کرنی ہے تو اپنی طرف سے محبت کے نئے نسخے ایجاد کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی جبکہ اللہ نے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجرب نسخے بیان فرمادئے، محبت پیدا کرنا چاہتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مگر طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوڑ کر اپنا اختیار کر رہے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر آپ واقعی محبت پیدا کرنے کے لئے نقل اتار رہے ہیں یہ نئے طریقے آزما رہے ہیں تو ہمیں ایک آدمی ایسا لاکر دکھا دیجئے جس نے ان جلسے جلوسوں کی وجہ سے نعروں اور ہنگاموں کی وجہ سے گناہوں سے توبہ کرلی ہو، اللہ

اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے باز آگیا ہو، آخر نسخہ تو تب استعمال کیا جاتا ہے جب اس کا اثر بھی ہو اس سے فائدہ بھی پہنچے تو ان جلسے جلوسوں کے نتیجے میں، میلادوں کے نتیجے میں، کوئی ایک آدمی ہی ایسا دکھا دیں جس نے سالہا سال کے بعد ان کے ذریعے کوئی گناہ چھوڑا ہو، صرف ایک آدمی دکھائے جس نے صرف ایک گناہ ہی چھوڑا ہو، اللہ کی قسم نہیں دکھا سکتے، ایسے تو بہت ملیں گے جن کے گناہوں میں اضافہ ہوگیا ہو ہنگامے کر کر کے نافرمانیوں میں اضافہ ہوگیا ہو مگر ایسا کوئی ڈھونڈے سے بھی نہ ملے گا جو کہے کہ ان ہنگاموں سے میرے دل پر ایسا اثر ہوا کہ مجھ سے فلاں گناہ چھوٹ گیا، یہ تین وجہیں ہوگئیں کہ ثواب سمجھ کر کرتے ہیں، محبت کراتی ہے یا محبت پیدا کرنے کے لئے ایسا کرتے ہیں، مزید تحقیق کے نتیجے میں اور کوئی وجہ سامنے آئے تو مجھے بتائے میں منتظر ہوں۔

اب آخری بات یہ ہے کہ ہم نے جب غور کیا سوچا تو یہ سمجھ میں آیا کہ یہ تینوں وجہیں نہیں ہیں تینوں دعوے غلط ہیں پھر آخر ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اس کی بھی دو وجہیں سمجھ میں آتی ہیں ایک تو یہ کہ شیطان دین کا مقابلہ کرا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت کو تسلیم کرلیا تو مصیبت میں پڑ جاؤ گے، پردہ کرنا پڑے گا، بہنوئی، نندوئی، چچازاد، خالہ زاد اور سارے زاد چھوٹ جائیں گے، ساری دنیا ہی چھوٹ جائے گی اس لئے آسان سی بات یہ ہے کہ اپنی حکومت بنالو۔

ایک سیاسی لیڈر نے ایک مرتبہ شور مچایا کہ ملک میں شکر بہت گراں ہوگئی ہے مقصد یہ تھا کہ ہمیں اقتدار مل جائے تو شکر سستی کردیں گے، شکر سستی کرنے کا نسخہ یہ ہے کہ ہمیں ووٹ دو تو آج کے مسلمان کو شیطان نے یہ سمجھا دیا کہ اللہ کی حکومت تو مشکل ہے اس کو تسلیم کرلیا تو مشکل میں پڑ جاؤ گے، اپنی ہی حکومت بنالو، لگاؤ نعرے نکالو جلوس کھاؤ مٹھائیاں اور بن جاؤ پکے مسلمان عاشق رسول، اور دوسری وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اپنے آپ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں کہ ویسے تو مسلمان بننا بہت مشکل کام ہے نہ صورت مسلمان کی نہ سیرت مسلمان کی پھر کیسے ظاہر کریں کہ

ہم بھی مسلمان ہیں، ارے لگاؤ نعرے کرو ہنگامے خوب نام پیدا کرو بس بن گئے مسلمان۔ عملاً مسلمان نہیں بنتے تو چلئے یوں ہی۔

آج کل کے مسلمان کی حالت:

کہتے ہیں کچھ لوگ کہیں جارہے تھے سفر میں کھانے کا وقت آیا کہنے لگے کام تقسیم کرلو، کوئی سوختے کے لئے لکڑی لائے کوئی پانی لائے اور کوئی آٹا گوندھے کوئی سبزی سالن پکالے، جیسے تبلیغی بھائی کرتے ہیں، ایک سے کہا بھائی آپ لکڑی کاٹ لیں تو کہنے لگا لکڑی کاٹنی نہیں آتی کہیں کانٹا چبھ جائے گا، اچھا آٹا ہی گوندھ لو کہنے لگا یہ بھی نہیں جانتا پانی زیادہ پڑجائے گا، اچھا سالن ہی پکالو یہ بھی نہیں جانتا جل جائے گا، اچھا روٹی پکالو کہنے لگا یہ تو بہت مشکل کام ہے جل کر مرجاؤں گا، جب سب کچھ تیار ہوگیا تو ساتھیوں نے کہا اچھا کھاتو لو، کہنے لگا اب یار تم بھی کہو گے یہ ایسا نالائق ہے کسی کام کا نہیں دوسرے کام تو کر نہ سکا چلو یہ کام تو کر ہی لوں، آج یہی کیفیت مسلمان کی ہے اور تو دین کی کوئی بات ہے نہیں، نہ مسلمان کی صورت، نہ شرعی پردہ، نہ حلال کی کمائی، نہ اور کوئی عمل، چلو یہ کھانے پینے اور نعرے بازی کا دھندا ہی اختیار کرلو۔

دعاء

یا اللہ! تو ہم سب کو ہدایت عطا فرما سچی محبت عطا فرما، محبت کے صحیح نسخے استعمال کرنے کی توفیق عطا فرما۔

وصل اللھم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد وعلی الہ وصحبہ اجمعین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین